Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:12 (1969) © rasailojaraid.com

رسالۂ دانش مندی

شاہ ولی اللہ دہلوی — اُردو ترجمہ: محمد سرور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، جو حکمتوں کا الہام کرنے والا اور نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے اور درود و سلام ہو ان سب میں افضل پر، جنہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کتاب اور فیصلہ کن بات دی گئی نیز آپؐ کی آل اور آپؐ کے صحابہ پر، جنہوں نے احکام دین کی تبلیغ و اشاعت کی اور ہمارے لئے انہیں اس طرح بیان کیا کہ اس سے یقین حاصل ہو۔ اس کے بعد فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم کہتا ہے کہ اس خاکسار نے فنِ دانش مندی اپنے والد سے سیکھا۔ انہوں نے میر محمد زاہد بن قاضی اسلم سے یہ فن سیکھا۔ انھوں نے ملا محمد فاضل سے۔ انہوں نے ملا محمد یوسف قراباغی سے۔ انہوں نے مرزا جان سے۔ انہوں نے ملا محمود شیرازی سے۔ انہوں نے ملا جلال الدین دوانی سے۔ انہوں نے اپنے والد اسعد بن عبدالرحیم اور ملا مظہر الدین گازرونی سے۔ ان دونوں نے ملا سعدالدین تفتازانی اور سید شریف جرجانی سے۔ انہوں نے قطب الدین رازی سے۔ انہوں نے اور ملا سعدالدین تفتازانی دونوں نے قاضی عضد سے۔ انہوں نے ملا زین الدین سے۔ انہوں نے قاضی بیضاوی سے اور ان کی سند کا سلسلہ جو کتب تاریخ میں مشہور و معروف ہے شیخ ابوالحسن اشعری تک جاتا ہے۔

غرض فقیر نے فن دانش مندی اس سند سے اخذ کیا ہے۔ اور علم کلام اور اصول[1] بھی اس فن سے مخلوط ہیں۔ اس

---

[1] اصول سے مراد اصولِ فقہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سند کے رجال سب کے سب اہلِ تصنیف اور اصحابِ تحقیق ہیں اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے ہیں۔ سوائے فقیر کے والد شاہ عبدالرحیم کے، کہ وہ اشغالِ قلبی میں مشغول رہنے کی وجہ سے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے لئے وقت نہ نکال سکے۔

اس فقیر کے دل میں آیا کہ فنِ دانش مندی کے قواعد و اصول مرتب کرے۔ اور اپنے زمانے والوں کو ان سے متعارف کرائے۔ اگر تم یہ پوچھو کہ دانش مندی سے میں کیا مراد لیتا ہوں تو دانش مندی سے میری مراد کتاب دانی ہے۔ اور اس کے تین درجے ہیں۔ اس کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ کتاب کا مطالعہ ہو، اور اس کی حقیقت بدرجہ تحقیق حاصل کی جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ استاد کتاب کو پڑھائے اور اس کی حقیقت شاگردوں کو سمجھائے۔ اور اس کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ اس کتاب پر شرح یا حاشیہ لکھے اور اس کی حقیقت کے انکشاف میں مبالغہ کرے۔

اگر تم کہو کہ یہ جو میں نے فنِ دانش مندی کے اصول و قواعد کو مرتب کرنے کا ذکر کیا ہے، اس کا اور ان کے حفظ کرنے اور ان کی تحقیق کرنے کا کیا فائدہ ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو اس سے طالب علم کتاب کے مطالعہ کا طریقہ جان لیتا ہے اور اس طرح اکثر حالات میں یہ مطالعہ قرینِ صواب ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب طالب علم کو فنِ دانش مندی کے بعض مقدمات جیسا کہ صرف و نحو و لغت وغیرہ ہیں، یاد ہوں گے۔ اس کے بعد وہ کسی کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ اس کے پیشِ نظر اس کتاب کی شرح و تفسیر ہوگی اور شفیق استاد اسے ان قواعد کلیہ سے آگاہ کرے گا۔ اس کے بعد اُستاد اسے ہر مقام پر شارح نے اس سلسلے میں جو نکتہ بیان کیا ہوگا، اس سے مطلع کرے گا، تو اس طرح طالب علم کو کتاب مذکور سمجھنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے گا اس میں شک نہیں کہ کلیات کے احکام جاننے کے بعد جزئیات اور جزئیات سے ان جیسی جو اور چیزیں پیدا ہوتی ہیں، ان کا احاطہ زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جو شخص شعراء کے دواوین پر ممارست رکھتا ہے، وہ شعر کہنے لگتا ہے۔

اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، اور وہ اور ان جیسے دوسرے حضرات نے جو دانش مندی میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، فنونِ دانش مندی کو علم کلام و اصول وغیرہ سے مخلوط کر دیا ہے۔ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم ان علوم سے فنون دانش مندی کو الگ تمیز نہیں کر سکتا۔ اور ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک ہی علم جانتا ہے چنانچہ اس زمانے کے اکثر خام طبعوں کا یہ حال ہے کہ چونکہ انہیں علم کے مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلوؤں میں انتشار نظر آتا ہے اس کی وجہ سے وہ اس کا صحیح طرح احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ وہ فنِ دانش مندی پہ عمل کر سکتے ہیں، کیونکہ اُدھر اُن کا ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ غرض جب اس مجموعی علم سے اس کے فنون الگ اور تمیز ہوں گے اور طالب علم اس قاعدے کو جان لے گا۔ اور اس طرح اس کے ذہن میں فنون دانش مندی کے بارے میں ایک امر جامع معین ہو جائے گا تو جیسے ہی وہ کسی مقام پر تھوڑی سی توجہ کرے گا، وہ اس علم کے مسائل کا الگ الگ ادراک کرے گا اور ان کے ہر پہلو پہ اس کا احاطہ ہو جاتے گا۔ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔ (میں تو حتی المقدور بس اصلاح چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی مجھے اس کی توفیق دینے والا ہے)۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر ایک عالم اپنے شاگردوں کو علوم کی کتابوں میں سے کوئی کتاب درایت وتحقیق کے طریقے پہ پڑھانا چاہتا ہے، تو اُسے لازمی طور پہ پندرہ باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کتاب کی شرح کرنا چاہتا ہے، تو لامحالہ طورا سے بھی ان باتوں کا خیال رکھنا ہو گا۔ وہ پندرہ باتیں یہ ہیں:۔

پہلی۔ پیشِ نظر عبارت میں جو مشکل الفاظ ہیں، ان کی نشان دہی یعنی عبارت میں جو اسماء وافعال ہیں اگر ان کی حرکات وسکنات محلِ اشتباہ ہیں، تو انہیں بیان کر دے۔ اسی طرح حروف پہ جہاں نقطے ہیں، اور جہاں کوئی نقطہ نہیں، وہ بھی بیان کرے تاکہ تصحیف خطی اور تصحیف لفظی (مثلاً ج کی ح، ع کی غ، ت کی ث وغیرہ سے تمیز ہو جائے) ہر دو سے محفوظ ہو جائے۔

دوسری یہ کہ۔ عبارت میں جو غریب و نامانوس لفظ آئے، تو اس کی شرح کرے یعنی اگر کوئی لفظ قلیل الاستعمال ہے اور شاگردوں کے لیے اس کے استعمال کا مفہوم واضح نہیں، تو عالم اس کی لغت اور اصطلاح دونوں کی رو سے تشریح کر دے۔

ان پندرہ باتوں میں سے تیسری بات یہ ہے۔ عبارت میں جو مغلق جگہ ہو، استاد اس کی وضاحت کرے۔ یعنی اگر عبارت میں کوئی مشکل ترکیب یا مشکل نحوی وصرفی صیغہ آیا ہے اور شاگردوں کے لئے اسے سمجھنا مشکل ہے، تو عالم اس کو نحو اور صرف کے مطابق حل کر دے۔

چوتھی یہ کہ۔ مسئلہ زیرِ بحث کو مثالیں دے کر یا اس کی مختلف صورتیں پیش کر کے سمجھائے۔ مثلاً کتاب میں ایک قاعدے کا ذکر ہے۔ اور شاگرد اسے نہیں سمجھ پاتے، تو عالم اسے واضح طور پہ بیان کرے اور اس کی مثالیں دے تاکہ شاگردوں کے ذہن میں اصل مقصد آ جائے۔

پانچویں بات "تقریب الدلائل" (دلیلوں کو ذہن کے قریب لانا) ہے۔ یعنی اگر کتاب میں کسی مسئلے پہ کوئی دلیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام کی گئی ہے، تو عالم اس کے مخفی[1] مقدمات کو اس طرح بیان کرے کہ بعض مقدمات کا بعض سے جو التزام ہے، یا بعض جو دوسروں میں مندرج ہیں، ان سے جو نتیجہ مقصود ہے وہ نکل آئے اور اس ضمن میں وہ ایسے مقدمات بدیہیہ[2] کی طرف رجوع کرے کہ جن میں شک اور شبہ بداہتاً داخل نہ ہو۔

اس سلسلے کی چھٹی بات یہ ہے کہ تعریفات کی تحقیق کرتے وقت ان کی جو قیود[3] ہوں، ان کے فوائد بیان کرے۔ اور اگر کسی تعریف کی قیود میں سے کسی قید کی کمی ہے، تو اسے پورا کیا جائے۔ نیز اسناد تقسیمات[4] اور ان سے ایسی جامع و مانع[5] حد[6] کے انتزاع[7] کا جس میں کہ کوئی چیز زائد نہ ہو، طریقہ شرح و بسط سے بیان کرے۔

ساتویں بات یہ ہے کہ قواعد کلیہ کی اس طرح وضاحت کرے کہ اس کے ذیل میں تعریف کی قیود کے فوائد تقسیمات اور مثالوں کا نیز ان سے اس قاعدہ کلی[8] کے ایسا انتزاع کا کہ اس میں کوئی چیز زائد نہ ہو، اور وہ جامع و مانع ہو، شرح و بسط سے بیان آجائے۔

---

[1] قیاس دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے۔ اور ان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ جیسے عالم متغیر ہے۔ یہ پہلا قضیہ ہے اور جو چیز متغیر ہو، وہ حادث ہوتی ہے، یہ دوسرا قضیہ ہے۔ اس سے لازم آیا کہ عالم حادث ہے یہ نتیجہ ہے، پہلے قضیے کو صغریٰ اور دوسرے کو کبریٰ کہتے ہیں۔ اگر پہلا قضیہ مذکور اور دوسرا متروک ہو تو یہ قضایا یا مقدمات مخفی ہوں گے۔

[2] وہ تصور یا تصدیق جس میں غور و فکر کی ضرورت نہ ہو، بدیہی ہوتا ہے۔ ذہن میں کسی چیز کا آنا تصور ہے اور تصور مع الحکم کو تصدیق کہتے ہیں۔

[3] انسان کی تعریف ہے حیوان ناطق۔ حیوان ناطق اس تعریف کی قیود ہیں۔

[4] تقسیمات (بسط قسمت)۔ مثلاً اس طرح استدلال کرنا کہ یہ چیز یوں یوں ہے، اور یوں یوں نہیں۔ ایک چیز کے خواص اور عدم خواص کا برابر تفصیل کرتے جانا "بسطِ قسمت" کہلاتا ہے۔

[5] اپنے تمام افراد پر محیط ہونا جامع اور اپنے تمام غیر افراد کی نفی کرنا مانع ہے۔

[6] دلیل یا قیاس میں تین حدیں ہوتی ہیں۔ اصغر۔ اوسط۔ اکبر۔ "عالم متغیر ہے" دلیل یا قیاس میں عالم کو حدِ اصغر کہتے ہیں ہر متغیر حادث ہے حادث کو حدِ اکبر کہیں گے اور عالم اور حادث کو ملانے والی حدِ اوسط ہے۔

[7] انتزاع۔ نتیجہ نکالنا۔

[8] وہ قاعدہ جو بہت سی چیزوں پر صادق آئے، کلی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آٹھویں بات ہے۔ عالم تقسیمات کو حصر کرنے کی وجہ واضح کرے اور بتائے کہ یہ حصرِ تقسیمات استقراء[۱] کی بنا پر ہے۔ یا وہ اس کے حق میں عقلی دلیل پیش کرے کہ شئے مطلوب انہی مذکورہ اقسام میں محصور ہے اور اسی طرح عالم فصول و قواعد میں جو تقدیم و تاخیر ہو، اس کی وجہ بیان کرے۔

نویں بات ہے دو التباس رکھنے والی چیزوں میں تفریق۔ مثلاً اگر بادی النظر میں دو قسمیں مشابہ ہوں یا دو مخالف مذہب ایک دوسرے سے مشابہ دکھائی دیں، تو عالم بڑے واضح طور سے ان کے درمیان جو فرق ہے اسے بیان کرے۔

دسویں بات ہے۔ دو مختلف چیزوں میں تطبیق۔ اگر مصنف کی عبارت میں دو مختلف جگہوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، تو عالم اس اختلاف کو حل کرے، خواہ ان دونوں کا اختلاف دلالت[۲] مطابقی کا ہو، یا ایک دلالت مطابقی ہو، اور دوسرا تضمنی یا التزامی۔

گیارھویں بات۔ یہ پہلی بات کا تکملہ ہے۔ ظاہر الرد و شبہات کا دور کرنا ہے۔ جیسے کہ مثال کے طور پر تعریفات میں استدراک (کسی زائد چیز کا ذکر، خفی تر شئے سے کسی چیز کی تعریف کرنا اور تعریف کا جامع و مانع نہ ہونا، ممنوع ہے۔ یا جیسے کہ دلائل میں جزئیہ کبریٰ[۳] ممنوع ہے یا شاگردوں کو مصنف کے کلام میں بادی النظر میں مخالفت نظر آئے یا اس کا استدلال استدلال کے موقع و محل پر ٹھیک نہ بیٹھتا ہو۔ عالم ان ظاہر الورود شبہات

---

[۱] اس دلیل کو کہتے ہیں، جس میں جزئیات کی تحقیق کر کے ان کی ماہیت کلی پر حکم لگایا جائے۔

[۲] الفاظ کا اپنے معنی پر دلالت کرنا "دلالت" کہلاتا ہے۔ یہ دلالت یا تو وضعی ہوتی ہے یا غیر وضعی۔ لفظ کا اپنے اس معنی پر دلالت کرنا، جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے، یہ دلالت وضعی ہے۔ اور اس کا اپنے اس معنی پر دلالت کرنا جس کے لئے وہ وضع نہیں کیا گیا۔ یہ دلالت غیر وضعی ہے۔ دلالت وضعی کی تین قسمیں ہیں:۔ مطابقی، تضمنی اور التزامی۔ انسان کا حیوان ناطق پر دلالت کرنا یہ دلالت مطابقی ہے۔ انسان کا حیوان یا ناطق میں سے کسی ایک پر دلالت کرنا یہ دلالت تضمنی ہے۔ اور اگر ان دونوں سے کسی خارج چیز پر وہ دلالت کرے اور وہ خارج چیز انسان کے لئے ذہن میں لازم ہے تو اسے دلالت التزامی کہتے ہیں مثلاً انسان کا قابل العلم ہونے پر دلالت کرنا۔

[۳] قیاس اقترانی کی چار شکلیں ہوتی ہیں، شکل اوّل میں یہ شرط ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ کلیہ، اس شکل میں جزئیہ کلیہ آنا ممنوع ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف توجہ کرے اور انہیں دور کرے۔

بارھویں بات۔ جہاں حوالہ دیا گیا ہے، وہاں حوالے کا اور جہاں مصنف نے " وفیہ نظر" کہا ہے، وہاں اس سے مصنف کی کیا مراد ہے، اس کا ذکر کیا جائے اور جہاں سوالِ مقدر[1] کی طرف اشارہ ہوتا ہو اس کی وضاحت کی جائے۔

اور ان پندرہ باتوں میں سے تیرھویں بات یہ ہے کہ اگر شاگردوں کی زبان وہ نہیں، جو کتاب کی ہے، تو کتاب کی عبارت کا شاگردوں کی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

چودھویں بات۔ مختلف توجیہات کی تنقیح، اور ان توجیہات میں جو صحیح تر ہو، اس کا تعین۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب کے کسی مقام کے متعلق پڑھانے والوں اور شارحوں میں اختلاف ہو۔ ایک جماعت ایک جہت سے اس کی نئی شرح کرتی ہے۔ اور دوسری جماعت دوسری جہت سے اس کی شرح کرتی ہے۔ اور اس طرح توجیہات میں نزاع پیدا ہو جاتا ہے۔ عالم ان توجیہات کی تنقیح کرے اور ان میں سے جو بہترین ہو اس کا تعین کرے۔ اور اسی پر مشکل الفاظ کا ضبط و نشان دہی اور مشکل ترکیبوں کا حل بھی قیاس کر لو۔

پندرھویں بات یہ ہے کہ عالم کی تقریر سہل ہو۔ یعنی اوپر جن بارہ باتوں (صنعتوں) کا ذکر ہے، انہیں وہ واضح اور موجز (مختصر عبارت میں اس طرح بیان کرے کہ وہ ذہن سے قریب ہوں۔ (کم سے کم الفاظ میں مفہوم ادا کرنا کہ اس میں کوئی غیر ضروری چیز نہ آئے، ایماز و اختصار ہے)۔ اور ان کا اخذ کرنا آسان ہو۔ اور ان میں سے ایک بات امتزاج بھی ہے اور وہ یہ کہ اُستاد مصنف کی عبارت کو اپنی عبارت کے ساتھ اس طرح ملائے کہ دونوں عبارتیں مل کر باہم مربوط و ہم آہنگ ہو جائیں۔

جب ایک عالم مذکورہ بالا پندرہ صنعتوں پر عمل کرے گا تو وہ درس و تدریس اور کتاب کی شرح و تفسیر میں کامل ہو جائے گا۔ شفیق اُستاد کو چاہیئے کہ:۔

اوّلاً۔ وہ اپنے شاگردوں کو ان اُمور سے اجمالی طور سے مطلع کرے۔

ثانیاً۔ جب وہ شرح و بیان کے دوران ان اُمور سے گذریں، تو وہ انہیں بتائے کہ یہاں شارح کا مطلب یہ

---

[1] کوئی عبارت جو کسی سوال کا جواب معلوم ہوتی ہے لیکن عبارت میں سوال مذکور نہ ہو، اس سوال کو سوالِ مقدر کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، اور وہاں اس کا مطلب یہ تھا۔

ثالثاً۔ شفیق استاد شاگردوں کو بتائے کہ وہ کتاب کے مطالعہ میں ان ان اُمور کو پیش نظر رکھیں۔ اور ان ان میدانوں میں اپنی فکر کو جولاں کریں۔

رابعاً۔ شاگرد کے مطالعہ کا اپنے مطالعہ سے مقابلہ کرے۔ اور شاگرد سے غلطی ہو تو اسے اس طرح اس پر متنبہ کرے کہ یہ غلطی اس کے ذہن پر واضح ہو جائے اور وہ آئندہ ایسی غلطی کرنے میں احتیاط برتے۔

خامساً۔ اُستاد شاگرد کو کسی کتاب کی شرح یا اس پر حاشیہ لکھنے کو کہے۔ اور اس طرح اس کی قابلیت کا امتحان لے تاکہ تربیت کا جو حق ہے، اس کی تکمیل ہو سکے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ دانش مندی کے فن کا کتب معقول و منقول اور علوم برہانیہ[1] اور خطابیہ[2] سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کتب منقول میں زیادہ تر ان کی عبارتوں کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے اور کتب معقول میں مسائل کی تحقیق کی۔ علوم برہانیہ میں ایک یا ایک سے زیادہ واسطوں کے مقدماتِ[3] بدیہی کو بطریق برہان[3] لوٹانے کی ضرورت ہوتی ہے، اور علوم خطابیہ میں بطریق ظن۔

میں نے اپنے اساتذہ سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ جو فن دانش مندی سیکھا تھا یہ اس کا خلاصہ مطلب ہے۔ اور یہ یہاں ختم ہوتا ہے۔

والحمد للہ اوّلاً و آخراً و ظاھراً و باطناً

---

[1] علوم برہانیہ، وہ علوم جن میں دلیل و برہان ہو، جیسے کہ منطق۔

[2] ظن کے علوم کو علومِ خطابیہ کہتے ہیں۔ ان میں ظنی مقدمات پیش کر کے اپنی بات کہی جاتی ہے۔

[3] وہ تصدیق جو جازم و ثابت اور واقع کے مطابق ہو، یقین ہے اور وہ قیاس جو مقدمات یقینی سے مرکب ہو، برہان ہے۔ یہ مقدمات یقینی یا تو بذاتہ بدیہی ہوتے ہیں یا ان مقدماتِ یقینی کی طرف ایک واسطے یا ایک سے زیادہ واسطوں سے پہنچایا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com